پروفیسر اختر علی

سیرت نگاری اور چند کتبِ سیرت کا تعارف

جب برصغیر سے مسلمانوں کی حکومت ختم ہو گئی اور انگریزوں نے اس پر قبضہ کر لیا تو غیر مسلموں اور انگریزوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ مسلمانوں کی اسلامی روح پر بھی قبضہ کر لینا چاہیے۔ یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ مسلمانوں کا لٹریچر پڑھ کر اس میں سے کوئی نہ کوئی ایسی بات نکال کی جائے جس پر اعتراضات کیے جائیں، سو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے مستشرقینِ یورپ کی ایک جماعت کو آگے بڑھایا، انھوں نے اپنا انداز محققانہ اور عالمانہ رکھا، جس کا اثر جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں پر پڑنے لگا۔

انگریزوں نے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لیے تعلیمی اداروں میں برصغیر کے مسلمان بادشاہوں کی تاریخ کو توڑ مروڑ کر پڑھانا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو بھی غلط رنگ میں پیش کیا۔ اس سے ان کا مقصد مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنا تھا۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ اس طرح مسلمانوں کی عقیدت اور روحانی دل بستگی پیغمبرِ اسلام کے ساتھ کم تر ہو جائے اور پوری دنیائے اسلام عملی اور فکری لحاظ سے مختلف ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے، اس لیے کہ عالمِ اسلام کی وحدت ان کے نزدیک سب سے زیادہ خطرناک تھی۔ برصغیر میں انگریزی حکومت نے یہ کام ڈاکٹر اسپرنگر (جو اس زمانے میں دلی کالج اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سربراہ تھے) صوبۂ یوپی کے گورنر سر ولیم میور اور ان کے معاصرین، فضلائے یورپ اور پروفیسر مارگولیوتھ وغیرہ سے مختلف اوقات میں لیا۔

غیر مسلموں اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے مسلمانوں میں بہت سے عاشقِ رسول اٹھے اور انھوں نے اپنی اپنی علمی اور تحقیقی بساط کے مطابق سیرت پر کتابیں تصنیف اور رسائل جاری کر کے اسلام اور آنحضرت کا دفاع کیا۔ ان مسلمان مفکروں میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ڈاکٹر وزیر خاں، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رحم علی، مولانا عنایت رسول، سید احمد خاں، مولانا چراغ علی، مولانا سید محمد علی مونگیری، جسٹس امیر علی اور مسٹر صلاح الدین خدا بخش (پٹنہ) وغیرہ پیش پیش تھے۔ مولانا سید محمد علی مونگیری نے "تحفۂ محمدیہ" کے نام سے

اور سید احمد خاں نے "تہذیب الاخلاق" کے نام سے رسالے جاری کیے۔ سید احمد خاں نے ۱۸۶۹ء میں سر ولیم میوز کی مشہور زہریلی کتاب "لائف آف محمد" کے جواب میں اپنی کتاب "خطباتِ احمدیہ" خاص طور پر لندن جاکر مرتب کی تھی اور مشہور شیعہ عالم چراغ علی نے انگریزی زبان میں "محمد دی پرافٹ" خاص طور پر مخالفین کے جواب میں لکھی تھی۔[1]

ان تمام بزرگوں کی تصانیف اور خدمات کا سلسلہ انفرادی طور پر ۱۸۸۲ء سے شروع ہوا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمان بحیثیت قوم سیاسی طور پر اپنے آپ کو نمایاں طور پر پیش کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ پھر بھی کچھ عرصہ بعد برصغیر میں یکے بعد دیگرے چار تحریکیں معرضِ وجود میں آئیں، جن کا مقصدِ خاص غیر مسلموں کے حملوں کا جواب دینا اور مسلمان قوم کو بحیثیت ایک منفرد قوم کے پیش کرنا تھا۔ یہ چار تحریکیں مندرجہ ذیل تھیں:

۱۔ تحریکِ دیوبند: اس کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے جو مولانا مملوک علی کے شاگرد اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مسترشد تھے۔ انھوں نے قدیم علومِ اسلامیہ کے تحفظ کے لیے ۱۸۶۶ء میں مدرسہ دیوبند قائم کیا اور ۱۸۷۹ء میں وفات پائی۔

۲۔ تحریکِ علی گڑھ: اس کے بانی سید احمد خاں تھے۔ وہ بھی مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اپنے رفقائے کار کے ساتھ مل کر ۱۸۷۵ء میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ قائم کیا۔ اس کا مقصد انگریزی زبان اور علومِ جدید کو (جس میں دینیات بھی شامل ہو) رائج کرکے فروغ دینا تھا۔ کیوں کہ انگریزی کے سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے یہ خطرہ تھا کہ کہیں مسلمانوں کی اکثریت مستقل طور پر پس ماندہ اور ملکی نظام سے دور نہ ہو جائے۔ انگریز تو پہلے ہی مسلمانوں سے دشمنی رکھتے تھے اور وہ مسلمانوں کو کسی حالت میں بھی پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے تھے، سر سید نے خود بھی انگریزی نہیں پڑھی تھی، انھوں نے اس تعلیمی تحریک کو فروغ دینے کے لیے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس بھی قائم کی تھی۔

۳۔ تحریکِ ندوہ: اس کے بانیوں میں مولانا سلیمان پھلواروی اور مولانا سید محمد علی مونگیری بھی تھے۔ یہ دونوں صوفی اور ہم مشرب اور ہم مرشد تھے۔[2] وہ عیسائیوں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دینے میں بھی پیش پیش تھے۔ بعض آیاتِ قرآنی اور مسائلِ دینی کی سید احمد خاں نے ایسی تاویلیں کی تھیں کہ اکثر علمائے قدیم ان سے

---

[1] مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی: پیغمبرِ انسانیت ص ۱۲

[2] خطبہ قاضی سلیمان مصنف رحمۃ للعالمین، اجلاس ہشتم ندوۃ العلما، ص ۱۱۲ بحوالہ پیغمبرِ انسانیت از مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی، ص

ناراض ہو گئے تھے اور سرسید پر اعتزال، نیچریت اور عقل پرستی کے الزامات عائد کر دیئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان علما اور مفکرین دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے جس سے تحریک تعلیم و تنظیم کو بہت نقصان ہوا۔ اس نقصان کا ازالہ کرنے کے لیے علما کی اصلاح اور آپس کے جھگڑے دور کرنے کے لیے اور قدیم و جدید کو ایک مرکز پر مرکوز کرنے کے لیے بعض سرکردہ علما نے ۱۸۹۳ء میں مجلس ندوۃ العلما قائم کی۔ اس میں سارے برصغیر کے علما کو اکٹھا کیا اور اس مجلس کے ماتحت ایک دارالعلوم بھی لکھنؤ میں قائم کیا جو دیوبند اور علی گڑھ کے درمیان نقطۂ وصل تھا۔

۴۔ تحریکِ سیرت: اس کی بنیاد مولانا شاہ سلیمان پھلواروی نے ۱۳۰۲ھ (مطابق ۱۸۸۵ء) میں رکھی اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو بھی اس تحریک کے ساتھ ملا لیا۔ قدیم علما و صوفیا میں وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے سید احمد خاں کی تعلیمی تحریک کی حمایت کر کے اسے تقویت پہنچائی[۵۳] شاہ صاحب مرحوم تعلیمی اصلاح و ترقی کے ساتھ روحانی تزکیہ اور اخلاقی تربیت کو بھی ملّتِ اسلامیہ کی سربلندی کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔

سیرت کمیٹی پٹی کی بھی جس کا قیام ۱۹۲۹ء میں عمل میں آیا اور جس کے بانی عبدالمجید قرشی تھے، سیرت کے سلسلے میں بہت خدمات ہیں۔ سیرت کمیٹی پٹی نے ایک اخبار "ایمان" نامی نکالا تھا۔ اس کے علاوہ برصغیر اور ایشیا کے علما اور فضلا سے سیرت سے متعلق مقالے لکھوائے۔

قرشی صاحب نے ۱۹۳۰ء میں ایک سیرت بک ڈپو بھی قائم کیا اور دس سال کے دوران ذیلی سیرت کمیٹیوں نے ذریعے اکیس لاکھ کتب سیرت پچیس زبانوں میں لکھوا کر تقسیم کیں۔ انھوں نے "چوبیس رسائل کو یکجا کر کے گیارہ سو صفحات کی ایک کتاب بھی شائع کی جس کی قیمت صرف دو روپے رکھی۔ اس کتاب میں دس ہندو فضلا کے علاوہ علامہ امیر شکیب ارسلان شامی، سید رشید رضا مصری، سید امین الحسینی مفتیِ اعظم فلسطین، لارڈ ہیڈلے فاروق، ڈاکٹر خالد شیلڈرک، نواب صدر یار جنگ بہادر، مولانا سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر سر ضیاء الدین، سید نواب علی وزیر مالیات جونا گڑھ وغیرہ کے مضامین اور تقاریر سیرت تھیں"[۵۴]

مرکزی سیرت کمیٹی پٹی برصغیر میں سیرت پر جلسے کروایا کرتی تھی۔ اس کے علاوہ مقامی تنظیمیں بھی مرکزی سیرت کمیٹی

---

۵۳ روزنامہ "البشیر" اٹاوہ جون ۱۹۳۵ء و روزنامہ "انقلاب" جون ۱۹۳۵ء د خاتم سلیمانی از مولانا شاہ غلام حسنین ندوی بحوالہ پیغمبر انسانیت از مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی، ص ۱۴

۵۴ "المعارف" لاہور فروری ۱۹۷۹ء مرکزی سیرت کمیٹی پٹی از پروفیسر منظور الحق صدیقی، ص ۳۶

پٹی کے لیے انتظام کر کے جلسے منعقد کرواتی تھیں۔ ایک دفعہ بمبئی کی چوبیس انجمنوں نے مرکزی سیرت کمیٹی کے ساتھ مل کر متفقہ طور پر ایک جلسہ منعقد کیا جس کی صدارت نواب بہادر یار جنگ نے کی اور قائدِ اعظم محمد علی جناح نے انگریزی زبان میں ایک مختصر سی تقریر کی۔[۵۵]

۱۹۰۰ء کے لگ بھگ سیرت کی جو کتابیں لکھی گئیں وہ تقریباً مناظرانہ انداز میں تھیں۔ سیرت کے نقطۂ نگاہ سے ان میں کچھ خلا باقی تھا۔ بعد کے سیرت نگاروں نے یہ کوشش کی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایسی کتابیں لکھی جائیں جو سیرت کے ہر پہلو کو محیط ہوں۔ شروع سے لے کر آج تک سیرت نگاروں کی ایک بہت بڑی تعداد نے سیرت پر چھوٹی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ سلسلہ جب تک دنیا قائم ہے اور مسلمانوں میں روحِ ایمانی موجزن ہے، برقرار رہے گا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس موضوع کی اہمیت پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف اس عہد میں بلکہ جب تک دنیا قائم ہے صاحبِ قرآن کی سیرت و حیاتِ مقدس کے مطالعے سے بڑھ کر نوعِ انسانی کے تمام امراضِ قلوب و عللِ ارواح کا اور کوئی علاج نہیں۔ اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن ہے۔ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ صاحبِ قرآن کی سیرت ہے اور دراصل قرآن اور حیاتِ نبوت معناً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرت اس کی تشریح، قرآن علم ہے اور سیرت اس کا عمل، قرآن صفحات و قراطیس ما بین الدفتین اور فی صدور الذین اوتوا العلم (ان لوگوں کے سینوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے) میں ہے اور یہ ایک مجسم و متمثل قرآن تھا جو یثرب کی سرزمین پر چلتا پھرتا نظر آتا تھا۔"[۵۶]

ذیل کی سطور میں دو سیرتوں کا تعارفی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے، ان میں ایک قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری کی "رحمۃ للعالمین" ہے، جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ سیرت کی اس کتاب کی اہمیت اس وجہ سے بہت بڑھ جاتی ہے کہ اس زمانے میں علامہ شبلی کی سیرۃ النبی کے شائع ہونے کی بہت شہرت تھی۔ اس سے پہلے یہ شائع ہو کر قارئین و ناظرین کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ بہت سے لوگوں نے یہ کہنا بھی شروع کر دیا کہ سیرت کی اس کتاب کے بعد اب علامہ شبلی کو سیرت لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حالاں کہ قاضی سلیمان صاحب کی "رحمۃ للعالمین" کا مقام اپنی جگہ بجا ہے مگر علامہ شبلی کی سیرۃ النبیؐ نے بھی بے حد شہرت حاصل کی۔ شبلی کی سیرۃ النبی کو صرف ان

---

۵۵ اخبار "ایمان" (ایڈیٹر عبدالمجید قرشی) جولائی ۱۹۳۸ء بحوالہ "المعارف" لاہور فروری ۱۹۷۹ء ص ۳۶

۵۶ ابوالکلام آزاد: رسولِ رحمت (مرتبہ غلام رسول مہر) سیرت نبوی کا مقام (۲) ص ۱۱

۵۷ رسولِ رحمت از ابوالکلام آزاد (مرتبہ مولانا غلام رسول مہر) سیرتِ نبوی کا مقام (۲) ص ۱۱

کے نام کی وجہ سے شہرت حاصل نہ ہوئی بلکہ انھوں نے اس میں ایک ایک پہلو کو تحقیقی بصیرت سے ثابت کیا ہے۔ علامہ شبلی نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد "سیرۃ النبی" کی تکمیل ہی کو سمجھا تھا۔ اسی کو وہ "عمر بھر کا حاصل اور وسیلۂ نجات" سمجھتے تھے۔ انھوں نے اپنے ایک عزیز اور ابتدائی شاگرد مولوی محمد سمیع کے نام خط میں اس کا اظہار اشعار میں یوں کیا ہے:

عجم کی مدح کی، عباسیوں کی داستان لکھی ‏ ‏ مجھے چندے مقیم آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتم ‏ ‏ خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا[۹]

شبلی کی سیرۃ النبی اور بعد میں سید سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی اتنی مقبول ہوئیں کہ اکثر حضرات نے ان کے محاسن اور تعارف میں صفحوں کے صفحے لکھ دیئے۔ یہاں تک کہ بعض زبانوں میں ان کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سیرت کی وہ کتابیں جو شبلی اور سید سلیمان ندوی کے علاوہ ہیں، ان کی یاد کو بھی مسلمانوں کے دلوں میں تازہ کیا جائے۔

سیرت سے متعلق دوسری کتاب مولوی حافظ محمد عبدالتواب صاحب کی "سیرۃ الحبیب" ہے۔ یہ سیرت علامہ شبلی کی وفات کے بعد اور سیرۃ النبی کی تالیف سے پہلے لکھی گئی۔ حافظ صاحب نے اسے عام لوگوں کے فائدے کے لیے بقول مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب "پیاری زبان اردو کی سلیس و شیریں عبارت" میں لکھا ہے[۱۰]۔ سیرت کی ان کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ مسلمانوں میں خدا اور محبوبِ خدا سے کتنی محبت، عقیدت اور لگن تھی۔

رحمۃ للعالمین جلد اوّل

سیرت کی یہ کتاب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی پہلی جلد ہے جسے شیخ نیاز احمد نے مطبع علمی پرنٹنگ پریس ہسپتال روڈ، لاہور سے ۱۹۸۱ء میں چھپوایا اور شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار، لاہور نے شائع کیا۔ اس کتاب کی پہلی جلد کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ بعد میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کی طبع ششم میں قاضی صاحب نے بہت سی معلومات

---

۸ دو جلدیں شبلی کی تالیف ہیں، باقی چار جلدیں ان کے لائق شاگرد علامہ سید سلیمان ندوی نے مکمل کیں۔

۹ مکاتیبِ شبلی حصہ اوّل خط نمبر ۵۵ بنام مولوی محمد سمیع صاحب، ص ۱۱۴

۱۰ سیرۃ الحبیب (کتاب کے آخر میں اضافی)، ص ۴

کا اضافہ بھی کیا۔ سیرت کی پیشِ نظر کتاب ۶ × ۹ کے سائز میں ۲۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع میں دو صفحات (۳-۴) میں "عرض ناشر" کے عنوان سے کتاب کی طباعت کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگلے تیرہ (۵-۱۷) صفحات میں کتاب کے موضوعات کی فہرست ہے۔ جب کہ چار صفحات (۲۱-۲۴) میں دو تمہیدیں اور تیرہ صفحات (۲۵-۳۷) میں مؤلف کا مقدمہ شامل کیا گیا ہے۔ اس مقدمے میں مؤلف نے دو ہزار قبل مسیح سے لے کر پیغمبر آخر الزمان تک انبیا علیہم السلام کی مختصر تاریخ بیان کی ہے۔ کتاب کا متن صفحہ ۳۹ سے صفحہ ۲۹۲ تک شامل ہے اور آخر میں تین صفحات (۲۹۳-۲۹۵) میں مؤلف کی طرف سے ایک قصیدہ در نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہے۔ کتاب میں ابواب قائم نہیں کیے گئے۔

اس (جلد اوّل) کی تمہید میں جناب قاضی محمد سلیمان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری یہ آرزو رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تین کتابیں لکھوں۔

(۱) مختصر (۲) متوسط (۳) مطوّل

قاضی صاحب "مہر نبوت" کے نام سے ایک مختصر سیرت تو ۱۸۹۹ء میں لکھ کر شائع کر چکے تھے۔ یہ کتاب اب بھی دست یاب ہے۔

انھوں نے متوسط سیرت کی کتاب کا نام رحمۃٌ للعالمین تجویز کیا تھا اور اسے تین جلدوں میں شائع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ ان تین جلدوں کے بعد سیرتِ نبوی پر وہ ایک مکمل اور ضخیم کتاب لکھنا چاہتے تھے۔

ان کے پیشِ نظر سیرت النبی لکھنے کا مقصدِ اوّلین یہ تھا کہ امتِ مسلمہ اس سے مستفید ہو اور اس پر عمل پیرا ہو کر مقصدِ الٰہی اور مقصدِ رسالت کو پورا کر سکے۔ ان کا نظریہ تو یہ تھا کہ اگر اس سے زیادہ لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تو کوئی عجیب بات نہیں ہے، صرف ایک ہی انسان اس سے فائدہ اٹھا لے تو اس کے لکھنے کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

اس کتاب کی اہمیت اور ضرورت کو قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری خود اسی کتاب کی تمہید ص۲۲ میں یوں بیان کرتے ہیں:

" یومِ اشاعت سے اس کتاب کو محدثین و مورخین، ادبا اور فضلا نے جس محبت اور عزت سے دیکھا اور جس کثرت سے اس کے مضامین کو کتابوں، رسالوں اور مضامین میں نقل کیا گیا اور جس شغف سے طالب علموں، واعظوں اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی اور اقصائے ملک تک اس کی اشاعت ہوئی، علمائے امت نے جس تواتر

کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار فرمایا، میں اس کے لیے اپنے مالک حکیم العلیم کے افضالِ عظیمہ و نعمِ متکاثرہ کا نہایت درنہایت شکر گزار ہوں۔ جامع اوراق کو اس امر کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ ناچیز محنت اس طرح قبول کی جائے گی۔[11]

رحمۃ للعالمین جلد دوم[12]

قاضی صاحب کی سیرت کی اس کتاب کے ۳۷۴ صفحات ہیں۔ موضوعات کے لحاظ سے اس کتاب کی فہرست تیرہ (۳ - ۱۵) صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ ۱۶ پر "تعداد ایام قیام نبوی بعالم دینوی"، "ولادت مبارک" اور "تعداد ایام تبلیغ رسالت و نبوت" کے عنوانات کے تحت ان کے متعلق معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ دو صفحات (۱۷ - ۱۸) میں بعنوان "عرض ناشر" شامل ہے جس میں اس کی طباعت و اشاعت کی ضرورت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ دو صفحات (۱۹ - ۲۰) میں مؤلف کے قلم سے تمہید اور ۲۱ - ۳۷۰ صفحات پر رحمۃ للعالمین جلد دوم کا متن شامل ہے۔ آخری تین صفحات میں مؤلف کی طرف سے ایک قصیدہ" درحمد باری تعالیٰ جل جلالہٗ عَمَّ نوالہٗ" شامل ہے۔ کتاب کے کل آٹھ ابواب، ہیں۔

جلد دوم کی اشاعت سے پیشتر جلد اوّل کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے تھے۔ چوں کہ جنگِ عظیم (اگست ۱۹۱۴ء تا نومبر ۱۹۱۸ء) شروع ہو گئی تھی، اس لیے عمدہ کاغذ کی دست یابی ناممکن ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جلد دوم کی اشاعت تاخیر سے ہوئی اور عمدہ کاغذ کی بجائے اس وقت جو کاغذ بھی دست یاب ہوا، اسی پر چھاپ دی گئی تھی۔ جلد دوم کی تمہید میں جناب قاضی سلیمان صاحب منصور پوری سیرت کی اس کتاب کے لکھنے کی تحریک اور جذبے کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"ایک فرض کا احساس ہے جو سکوت پر غالب آگیا ہے اور دردِ محبت ہے، جس نے بے حس قلب کو تڑپا دیا ہے۔ توفیقِ الٰہی ہے جو برابر مجھے اس کام پر لگائے رکھتی ہے، جذبۂ ربانی ہے جس کی کشش اس طریقِ حق پر لیے جاتی ہے"[13]

---

[11] قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری: رحمۃ للعالمین، لاہور ۱۹۸۱، تمہید ص ۲۴

[12] اس جلد کے بھی طابع، ناشر، سنِ طباعت اور سائز وہی ہیں جو پہلی جلد کے ہیں۔

[13] قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری: رحمۃ للعالمین، لاہور ۱۹۸۱، تمہید ص ۳۰

جناب قاضی صاحب اس جلد کی اہمیت کو بھی اسی تمہید میں درج ذیل الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں :

" جلد دوم میں ایسے ضروری مضامین ہیں جن میں سے بعض کو علمائے سیرت آغازِ کتاب میں جگہ دیا کرتے ہیں" [۱۴]

آخری دو صفحات (۳۶۹ - ۳۷۰) پر ان کتابوں کی فہرست دی گئی ہے جن کتابوں سے قاضی صاحب نے "رحمۃ للعالمین" جلد دوم کی تالیف میں استفادہ کیا۔

رحمۃ للعالمین جلد سوم [۱۵]

قاضی صاحب کی یہ کتاب ۴۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے چار (۳ - ۶) صفحات میں موضوعات کی فہرست دی گئی ہے۔ اگلے چار (۷ - ۱۰) صفحات میں علامہ سید سلیمان ندوی کا بصیرت افروز مقدمہ محررہ ۲۹ محرم ۱۳۵۲ھ شامل کیا گیا ہے اور دو صفحات (۱۱ - ۱۲) میں مصنف کی تمہید ہے۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے جب کہ ہر باب بہت سے ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔ باب اوّل کا جلی عنوان "خصائص النبی"، باب دوم کا جلی عنوان "خصائص القرآن" اور باب سوم کا جلی عنوان "خصائص الاسلام" ہے۔

قاضی صاحب حج بیت اللہ کے لیے گئے تھے تو اس جلد کے مسودے کو ساتھ لے گئے تھے اور مکہ معظمہ پہنچنے تک اس پر نظرِ ثانی کر کے بالکل مکمل کر لیا تھا۔ واپسی پر جہاز ہی میں آپ کا انتقال ہو گیا [۱۶]

سید سلیمان ندوی نے قاضی صاحب کے طبعی ذوق کو اس کے مقدمے میں بیان کیا ہے، جس سے سیرت کی تالیف اور تحریک پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

" رحمۃ للعالمین" کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے سلسلہ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحفِ آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال اس میں جا بجا ہے۔ مصنف مرحوم کو توراۃ اور انجیل پر کمال عبور حاصل تھا اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے ان کو پوری واقفیت تھی۔ اسی بنا پر ان کی یہ کتاب معلومات کا پورا خزانہ ہے" [۱۷]

---

[۱۴] قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری ، رحمۃ للعالمین ، لاہور ۱۹۸۱ ، تمہید ص ۲۰

[۱۵] اس جلد کے بھی طابع ، ناشر ، سن طباعت اور سائز وہی ہیں جو پہلی اور دوسری جلد کے ہیں۔

[۱۶] سید سلیمان ندوی : یادِ رفتگاں ، کراچی ، ص ۱۲۱

[۱۷] قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری ، رحمۃ للعالمین لاہور ۱۹۸۱ء ، مقدمہ از سید سلیمان ندوی ، ص ۷، ۹

اس جلد کے موضوع کے بارے میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اس کے مقدمے میں مزید اظہارِ خیال کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں :

" پیشِ نظر حصہ کہنے کو تو خصائص محمدی کے بیان میں ہے، مگر درحقیقت اس میں اسلام کے ان امتیازات اور خصوصیات کا خاکہ ہے، جس کی بنا پر اس کو "دین کامل" کا خطاب ملا ہے۔ اسی طرح اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فضائل و محامد درج ہیں، جن کی بنا پر آپ کو خاتم النبیین اور مکمل دین کا پُر فخر خطاب باری تعالیٰ سے عطا ہوا ہے۔ مصنف کے دلائل ایسے دل نشین اور طرزِ ادا ایسا متین ہے کہ ان کی یہ تصنیف ہر صاحبِ ذوق کے لیے باعثِ تسکین ہو سکتی ہے۔ زمانۂ حال نے خیالات میں جو تغیر اور طریقِ تبلیغ میں انقلاب پیدا کیا ہے، مصنف مرحوم نے اس کی پوری نگہداشت کی ہے"[۵۱]

سیرۃ الحبیب حصہ اوّل

سیرت کی اس کتاب کے مؤلف جناب مولوی حافظ محمد عبدالتواب صاحب ہیں۔ اس کتاب کو ملا واحدی نے اپنے درویش پریس دہلی میں چھپوا کر ۱۳۳۳ھ (مطابق فروری ۱۹۱۵ء) میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔ کتاب ۵" × ۸½" سائز میں کل ۱۱۲ (۲ + ۱۰۸ + ۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس وقت اس کی قیمت صرف آٹھ آنے تھی۔ اس کے دو صفحات (ب اور ج) پر فہرست مضامین ہے، دو صفحات (ج اور د) میں درود و سلام از فرحاد کوتانوی، نعت شریف از عفت مرحوم (خواہر حضرت فرحاد کوتانوی) اور مدح الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم از ندیم و احتشام کوتانوی شامل ہیں۔ کتاب کا متن ص ایک سے شروع ہو کر ۱۰۶ پر ختم ہوتا ہے۔ دو صفحات (۱۰۶ - ۱۰۷) میں عرضِ مؤلف ہے جس میں مؤلف نے بتایا ہے کہ زیرِ نظر کتاب حصہ اوّل ہے اور حصہ دوم اس کے بعد تالیف کیا جائے گا۔ ۱۰۷ پر یہی قطعہ تاریخ طبع سیرۃ الحبیب حصہ اوّل از عالی جناب مولوی قاضی زین العابدین صاحب فرحاد کوتانوی درج کیا گیا ہے۔ صحت نامہ سیرۃ الحبیب حصہ اوّل صفحہ ۱ پر دیا گیا ہے۔ آخر میں زائد دو صفحات (۳ - ۴) میں صفحہ ۳ پر عرضِ حال سیرۃ الحبیب اور صفحہ ۴ پر تقریظ بابت سیرۃ الحبیب از مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ عالیہ سنہری مسجد دہلی دام ظلہم شامل کی گئی ہے۔

---

[۵۱] قاضی سلیمان سلمان منصور پوری: رحمۃ للعالمین لاہور ۱۹۸۱ء مقدمہ از سید سلیمان ندوی ص ۹

جناب مؤلف (سیرۃ الحبیب) سیرت کی اس کتاب کی ضرورت اور تالیف کے بارے میں کتاب کے آخر میں یوں رقم طراز ہیں :

" یہ کتاب محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال سے واقفیت و آگاہی نیز آپ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع و پیروی کی غرض سے لکھی گئی جس کا پہلا حصہ قبل از نبوت سے لے کر معراج شریف تک ناظرین کرام کے پیش نظر ہے اور بقیہ حصہ ہجرت سے لے کر وفات تک زیر طبع ہے"[۱۹]

اس کتاب کا ماخذ قرآن شریف، احادیث صحیحہ اور سیر و تواریخ کی معتبر و مستند کتابیں ہیں۔ اس میں سلف صالحین اور اسلام کے نامور بزرگوں کے قدم بقدم چلنے کی تلقین کی گئی ہے۔

چوں کہ یہ کتاب سہولت اور آسانی کو ملحوظ رکھ کر سلیس اردو میں لکھی گئی ہے، اس لیے بعض روایات کے متعلق مختلف اقوال کو نقل کرنے کی بجائے صرف قول مختار ہی نقل کیا گیا ہے۔ ہر بیان کے ساتھ ساتھ آیت و حدیث یا سیر و تواریخ کی کتابوں کا حوالہ درج ہے اس لیے اصل ماخذ کے دیکھنے میں نہایت آسانی ہوگی[۲۰]

مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ عالیہ سنہری مسجد دہلی نے سیرۃ الحبیب پر تقریظ تحریر کی ہے اس تقریظ میں انھوں نے حافظ عبد التواب صاحب کی محنت اور سعی و کوشش کو ان الفاظ میں سراہا ہے :

" خاکسار نے سیرۃ الحبیب حصہ اوّل کے اکثر مقامات دیکھے اور بہت محظوظ ہوا۔ عزیز مکرم مولانا مولوی حافظ عبد التواب صاحب مولوی عالم، فاضل کی محنت و سعی کی تحسین کرتا ہوا اہل اسلام سے عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ کو نبی عربی (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس حالات پیاری زبان اردو کی سلیس و شیریں عبارت میں ملاحظہ کرنے کا شوق ہو تو اس سے بہتر شاید دوسری کتاب آپ کو نہ مل سکے"[۲۱]

۱۹ھ حافظ محمد عبد التواب : سیرۃ الحبیب حصہ اوّل، دہلی ۱۹۱۵ء آخر میں زائد ص ۳

۲۰ھ ایضاً : ص ۳

۲۱ھ ایضاً : ص ۴